بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتھوا

رسالہ "اصل الاصول"

(مترجمہ عبد الحلیم ناظم صدیقی "مولوی فاضل" مدیر محدث و مدرس رحمانیہ)

یہ رسالہ حضرت امام ابن تیمیہؒ کے ایک مفید رسالہ "معارج الوصول" کا عربی سے اردو میں ترجمہ ہے۔ خاکسار نے ترجمہ میں بلا کسی معمولی سے بھی تصرف کے شروع سے آخر تک اصل کو مدنظر رکھا ہے اگرچہ کتابی صورت میں ترجمہ کا یہ پہلا نقش ہے تاہم نقل مطابق اصل اور زبان سلیس و عام فہم لانیکی پوری کوشش کی گئی ہے۔ رسالہ مسلمانوں کیلئے دینی اور علمی حیثیت سے بیحد مفید ہے آگے چلکر مضامین میں بھی کافی دلچسپی ہے اس کا ترجمہ ہنوز اردو میں نہیں ہوا تھا لہذا میں اردو دانوں کیلئے اس دو الحاد میں اسے ضروری سمجھکر ترجمہ شائع کر رہا ہوں خدا اس کو مقبول و مفید بنائے۔ یہ رسالہ ہرماہ محدث میں مسلسل شائع ہوگا۔ اس کے بعد اگر ممکن ہوا تو الگ کتابی صورت میں بھی کردیا جائیگا۔ (مدیر)

"حضرۃ العلامہ امام احمد بن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے قلعہ دمشق میں حسب ذیل رسالہ تحریر فرمایا:"

فصل اول) "حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے تمام اصول و فروع، ظاہر و باطن، اور علم و عمل خود بیان فرمادیئے" یہ خیال بجائے خود اصول علم و ایمان میں سے ایک اصل ہے۔ اور جو شخص اس اصلی خیال پر مضبوطی سے جما رہے گا دراصل وہی علم و عمل کی رفاقت کا حقدار ہوگا۔ قرامطہ اور فلاسفہ کی طرح جن لوگوں نے یہ گمان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علوم الٰہی اور علم کلی کے حقائق نہیں جانتے تھے وہ اپنے علم و عمل میں حق سے قطعی دور ہیں۔ یہ گمان فلاسفہ کی اس جماعت کا ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ نبوت کا خاصہ صرف تخیل ہے اور نبوت دوسرے صفات حسنہ پر صرف عوام کے نزدیک افضل ہے اہل معرفت کے نزدیک افضل نہیں۔ اس قسم کے خیالات ابو نصر فارابی اور بشر بن فاتک وغیرہ کے ہیں۔ فرقہ اسماعیلیہ کے بعض فلاسفہ کا بھی یہی خیال ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو اس بات کا تو اقرار کرتے ہیں کہ رسول حق کو جانتے تھے لیکن کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے بیان نہیں کیا بلکہ اپنے خطاب میں عوام سے صرف تخیل کے ساتھ مخاطب ہوتے اپنے علم کے متعلق ان سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ یہ خیال ابن سینا وغیرہ کا ہے۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسولؐ نے حق کو جانا اور اسے بیان بھی کیا۔ لیکن ان کے کلام سے اسکی معرفت ممکن نہیں۔ بلکہ کسی دوسرے طریقے سے اُسے پہچانا جاسکتا ہے۔ اب وہ طریقہ بعض گروہ کے نزدیک معقول۔ بعض کے نزدیک مکاشفہ۔ بعض کے نزدیک فلسفیانہ قیاس اور بعض کے نزدیک صوفیانہ تخیل ہے۔ الغرض ان کا گمان ہے کہ ان میں سے کسی طریق کے حصول کے

بعد رسولؐ کے کلام میں غور کیا جائیگا۔ جو کلام اس طریقے کے موافق ہوگا اسے قبول کیا جائیگا اور جو مخالف ہوگا یا تو چھوڑ دیا جائیگا یا اس میں تاویل کی جائیگی۔ یہ گمان اکثر اہل کلام جہمیہ اور معتزلہ کا ہے اور یہی گمان اکابر باطنیہ اور ان فلاسفہ کا بھی ہے جو رسولؐ کی تعظیم کرتے ہیں اور انہیں جہل و کذب سے پاک سمجھتے ہیں۔ لیکن پھر بھی گرداب تاویل میں پھنس جاتے ہیں۔ امام ابو حامد غزالی نے اپنی کتاب میں جہاں تاویل میں لوگوں کے طریقوں کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ فلاسفہ نے تاویل میں بہت زیادتی کی یہاں تک کہ انہوں نے تاویل کا میدان ایک دم وسیع کر دیا۔ وہاں امام غزالی نے حنابلہ کی تنگی اور فلاسفہ کی اس توسیع کے درمیان جو کچھ حق ہے اس کا بھی تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ حقائق کا عرفان سننے سے نہیں ہوتا بلکہ اس روشنی سے ہوتا ہے جو فیضان الٰہی سے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے پھر سماعت میں غور کیا جاتا ہے۔ اب جو اس عرفان کے موافق ہوتا ہے وہ مقبول ورنہ مردود ہوتا ہے۔ اس تذکرہ میں مؤولین فلاسفہ سے امام غزالی کا مقصود یہی اکابر فلاسفہ ہیں جو رسولؐ کی بڑی عظمت بیان کرتے ہیں اور اُنہیں کسی مصلحت کیوجہ سے جھوٹ بولنے سے بری سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ بھی آخر ایسے شبہیں پڑگئے جس سے بھاگتے تھے۔ چنانچہ اُنھوں نے رسول پر یہ اتہام لگا دیا کہ رسولؐ نے ملتبس اور معمیٰ کلام بول کر لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ بلکہ حق کو چھپا کر باطل کو ظاہر کر دیا۔" (نعوذ باللہ من ذالک)

ابن سینا اور اس جیسے دوسرے فلاسفہ نے جب یہ جان لیا کہ رسولؐ کا کلام ان فلسفیانہ تاویلات کا احتمال نہیں رکھتا بلکہ رسولؐ نے خطاب کا مفہوم مراد لیا ہے۔ تو ان لوگوں نے مسلک تخیل اختیار کر لیا اور کہا کہ رسولؐ نے جمہور کا خیال کرتے ہوئے ان سے یوں خطاب کیا ہے ورنہ رسولؐ جانتے تھے کہ دراصل حق اس طرح نہیں ہے اسی وجہ سے ان لوگوں کا گمان ہے کہ رسولوںؑ نے مصلحت کی وجہ سے جھوٹ کہا۔ یہی خیال ابن رشد اور اکثر فرقہ باطنیہ کا ہے۔ الغرض ان فلاسفہ میں جن لوگوں نے رسول کو کذب سے بری سمجھا تو تلبیس اور گمراہی کی طرف انہیں منسوب کر دیا (نعوذ باللہ)۔ اور جنہوں نے اس امر کا اقرار کیا کہ رسولوں نے حقائق بیان کئے تو انہوں نے رسولؑ کی طرف مصلحت کی وجہ سے جھوٹ بولنے کی نسبت کر دی۔ یہ حال ہے ان فلاسفہ کی ذہنی بد دینیوں کا جو خواہ مخواہ اصول شرع میں اپنے زعم فاسد کے مطابق دخل دیتے ہیں۔ لیکن جو لوگ علم و ایمان والے ہیں۔ ان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسولوں نے جو کچھ کہا وہ حق ہے۔ حق کے سوا انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ اور انھوں نے حق کو یہ جانتے ہوئے بیان کیا کہ ہم مخلوقات میں حق کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ لہٰذا تمام کے تمام رسول سچے اور تصدیق شدہ ہیں۔ انھوں نے حقائق کو اچھی طرح جانا اور اُنھیں بیان کیا۔ پس جو شخص یہ کہے کہ انھوں نے مصلحت کی وجہ سے جھوٹ کہا تو وہ رسولوں کے جھٹلانیوالوں کا بھائی اور گویا منکر رسالت ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ رسول کی تکذیب اور انکار کرنے والوں نے صاف و صراحۃً انکی تردید و تکذیب کی اور ان لوگوں نے جب رسولوں کے اعمال خیر اور دنیا میں اجرائے عدل و انصاف کو دیکھا تو یہ کہنا ممکن نہ ہوا کہ رسولوں نے صرف فساد اور بلندی کی طلب میں جھوٹ کہا۔ بلکہ یوں کہدیا کہ انھوں نے مخلوقات کی مصلحت مدنظر رکھکر جھوٹ کہا (نعوذ باللہ) ابن تومرت اور اس جیسے دوسرے فلاسفہ کی

جانب سے اس قسم کی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ نبی اور جادوگر کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ فرق صرف خوبیٔ مقصد کا ہے کیونکہ نبی کا مقصود خیر ہوتا ہے اور جادوگر کا شر۔ ورنہ دونوں کے افعال خوارق عادت ہیں۔ جو قوائے نفسانیہ کی وجہ سے مترتب ہوتے ہیں۔ اور اسی لئے ان فلاسفہ کے نزدیک دونوں کے دونوں جھوٹے ہیں۔ جادوگر تو فساد اور علو ظاہر کرنے کیلئے جھوٹ بولتا ہے اور نبی مصلحت کی وجہ سے جھوٹ کہتے ہیں۔ کیونکہ ان فلاسفہ کے زعم میں بغیر کسی قسم کا جھوٹ ملائے ہوئے مخلوق میں عدل قائم کرنا ممکن نہیں۔ اور جن فلاسفہ نے یہ جانا کہ نبوت اللہ کے اوپر جھوٹ باندھنے کے منافی ہے اور نبی سچا ہی ہوتا ہے۔ تو انھوں نے یہ کہا کہ رسولوں نے حق کو بیان ہی نہیں کیا۔ اگر یہ فلاسفہ یوں کہتے کہ رسول حق کو بیان کرنے سے خاموش رہے تو اس وقت ان کا الحاد کم ہوتا لیکن انہوں نے تو یہ کہا کہ رسولوں نے اس چیز کی خبر دی جو لوگوں کے لئے باطل ظاہر ہوا یعنی رسولوں نے ان کے لئے حق کو بیان ہی نہیں کیا۔ تو ان کے نزدیک رسولوں نے دو چیزیں جمع کر دیں۔ ایک تو اس حق کا اخفا جسے انھوں نے بیان نہیں کیا۔ دوسری چیز ایسے امر کو ظاہر کرنا جو باطل پر دلالت کرتا ہے۔ اگرچہ انہوں نے باطل کا قصد نہیں کیا۔ تو گویا ان لوگوں نے رسول کے کلام کو جنس متعارض قرار دیا کہ متکلم تو معنی صحیح مراد لیتا ہے لیکن سننے والا اس سے باطل سمجھتا ہے۔ پھر بھی اگر یہ لوگ صرف یہی کہتے کہ رسولوں نے تعریض کا قصد کیا تو بھی کم الحاد ہوتا۔ لیکن غضب تو یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسولوں نے کذب کا قصد کیا۔ (نعوذ باللہ منہا) کیونکہ تعریض بھی کذب ہی کی ایک قسم ہے جبکہ متکلم کا مقصد سامع کو جھوٹی بات سمجھانا ہو۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ کے سوا کبھی جھوٹ نہیں کہا۔ ہر ایک جھوٹ کسی فائدے کے ماتحت جنس متعارض سے تھا جس کے سچ اور جھوٹ دونو پہلو نکلتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی بیوی حضرت سارہؑ کے متعلق فرمایا کہ یہ میری بہن ہے۔ اگرچہ بظاہر یہ جھوٹ تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسوقت سوائے سارہ اور ابراہیمؑ کے کوئی مومن نہ تھا اور مومنوں کا رشتہ باعتبار ایمان کے بھائی بہن کا ہوتا ہی ہے[1]

فلاسفہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ اور دوسرے تمام انبیاءؑ جنہوں نے غیب کے متعلق خبر دی وہ سب اسی جنس متعارض میں سے جھوٹ کی قسم ہے۔ لیکن جمہور متکلمین کا قول اس قسم کا نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ انبیاء نے بغیر تعریض کے بیان حقیقت ہی مراد لیا مگر باوجود اس کے جہمیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ رسولوں کے خطاب میں حق کا بیان نہیں ہے بلکہ وہی چیز ہے جو باطل پر دلالت کرتی ہے (نعوذ باللہ من ذالک الخرافات)

جہمیہ، معتزلہ، اشعریہ اور ان کے ہم مشرب وہ متکلمین جنہوں نے صانع کے ثبوت میں اعراض کا طریقہ اختیار کیا ہے کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے کیا بلکہ رسولؐ نے بھی اصول دین بیان نہیں کئے۔ کیونکہ بخیال ان کے یہ تمام کے تمام ہمیشہ جہاد میں مشغول رہے۔ یا اور دوسرے وجوہ سے موقعہ نہ ملا۔ ہم اس خیال کی تردید میں دوسرے مواقع (دوسری تالیفات) میں مفصل بحث کر چکے ہیں اس لئے اس کی یہاں ضرورت نہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ جس دین حق کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب نازل کی اور اپنے رسول کو مبعوث فرمایا اسکے

[1] دوسرا ..... یہ تھا کہ اپنی قوم سے حضرت ابراہیمؑ نے کہا " انی سقیم " (میں بیمار ہوں) حالانکہ بیمار نہ تھے مگر قوم کی گمراہی کا دو ... بیمار ... کی وجہ سے ...

اصول دلائل و براہین ہیں اور وہ آیتیں ہیں جو انہیں اچھی طرح بتا رہی ہیں جن کو رسولؐ نے نہایت خوبی سے بیان کر دیا اور لوگوں کی ان دلائل عقلیہ اور براہین یقینیہ کیطرف رہنمائی کی جن کی وجہ سے لوگ مطالب الٰہی، خدا کی ربوبیت، وحدانیت، صفات، اور اس کے رسولؐ کی سچائی جانتے ہیں۔ ان کے ماسوا ان امور کو جن کی طرف دلائل عقلیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ بلکہ جن جن چیزوں کا بیان دلائل عقلیہ سے ممکن ہوسکتا ہے خواہ ان کی طرف ضرورت ہو یا نہ ہو ان تمام کو بھی انہیں دلائل و براہین سے جانتے ہیں۔ کیونکہ بہت سی باتیں خبر صادق سے معلوم ہوسکتی ہیں باوجود اس کے ان پر رسول نے دلائل عقلیہ بیان کئے۔ پس رسول نے دراصل سمعی اور عقلی دونوں طریقوں کو جمع کر دیا ہم نے اکثر جگہ بیان کیا ہے کہ اصول دین پر کتاب و سنت کی دلالت صرف خبر سے نہیں ہے جیسا کہ اہل کلام، بعض محدثین، فقہا اور صوفیہ وغیرہ میں سے مغالطہ میں پڑنے والی جماعت کا گمان ہے۔ بلکہ کتاب و سنت ایسی چیزیں ہیں جو آیات و براہین اور ان دلائل کیطرف جو اصل دین بیان کرنیوالے ہیں مخلوقات کیلئے ہدایت و رہنمائی کا کام دیتی ہیں۔

یہ مغالطہ میں پڑنے والے جنہوں نے ان دلائل عقلیہ و براہین یقینیہ سے جو قرآن میں پائے جاتے ہیں روگردانی کی جس وقت اصول دین میں تصانیف لکھنے بیٹھے تو ان میں مختلف گروہ ہوگئے۔ ایک گروہ وہ ہے جس نے غور فکر، دلیل، علم اور اس بات میں کہ نظر و فکر، علم کو واجب کرتے ہیں اور اس امر میں کہ علم واجب ہے کلام کرنا سب سے مقدم اور ضروری سمجھا۔ اور جنس نظر، جنس دلیل، اور جنس علم میں ایسا کلام کیا کہ اس میں حق باطل کے ساتھ مخلوط ہوگیا۔ پھر جس وقت یہ لوگ دین کی اصل و دلیل بیان کرنے لگے تو اعراض کے حدوث سے اجسام کے حدوث پر استدلال کیا۔ حالانکہ شریعت میں یہ دلیل بالکل بدعت اور عقل کے نزدیک بھی باطل ہے۔

دوسرا گروہ وہ ہے جس نے اس کلام کو بدعت جانا اور سمجھ لیا کہ یہ کلام کتاب و سنت کی مخالفت کا مستلزم ہے اور اس سے یہ قول پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے اور آخرت میں خدا کا دیدار نہیں ہوسکتا اور وہ عرش پر نہیں ہے وغیرہ وغیرہ جہمیہ کی بدعتیں اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس میں شک نہیں کہ ان استلزامات کو غلط سمجھکر اس دوسرے گروہ نے ایسی کتابیں تصنیف کیں جن میں ان امور کو سب سے پہلے بیان کیا جو کتاب و سنت یعنی قرآن و حدیث اور کلام سلف کو مضبوطی سے تھامنے کے وجوب پر دلالت کرتے ہیں۔ دراصل انھوں نے صحیح راستہ اختیار کیا اور صحیح باتیں ذکر کیں لیکن ان سے یہ غلطی ہوئی کہ صحیح آثار کو ضعیف کے ساتھ مخلوط کرکے ایسی چیز سے استدلال کیا جو مقصود پر دلالت نہیں کرتی نیز انہوں نے قرآن سے اس کی اخباری حیثیت سے استدلال کیا اسکی دلالت و رہنمائی کے اعتبار سے دلیل نہیں پکڑی چنانچہ انہوں نے قرآن میں جو کچھ ربوبیت، وحدانیت، نبوت اور آخرت کے ثبوت پر عقلی و یقینی دلائل ہیں ذکر نہیں کئے اور اسلئے انہوں نے اپنی کتابوں کے نام اصول سنت و شریعت وغیرہ رکھے اور یہ گمان کیا کہ رسولوں پر ایمان لانا ثابت اور درست ہوگیا لہذا اس پر دلائل بیان کرنیکی ضرورت نہیں۔ الغرض پہلے گروہ نے (جو متکلمین کہلاتے ہیں) انکی مذمت کی اور انکو جاہل قرار دیا کیونکہ انہوں نے وہ اصول نہیں ذکر کئے جو رسول کی صداقت پر دلالت کرنیوالے ہیں اور اس طرح اس دوسرے گروہ نے ان متکلمین کیطرف بدعت بلکہ کفر کی نسبت کی کیونکہ ان لوگوں نے ایسے اصول مقرر کئے جو رسول کے قول کے قطعی مخالف ہیں۔ (باقی آئندہ)